سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: چھٹی

رسالہ نمبر 3

۱۳۱۷ھ

الجام الصّاد عن سُنن الضّاد

(ضاد کے طریقوں سے روکنے والے منہ میں لگام دینا)

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

الجام الصّاد عن سُنن الضّاد ۱۳۱۷ھ

(ضاد کے طریقوں سے روکنے والے منہ میں لگام دینا)

مسئلہ نمبر ۴۷۷: از در بھنگہ محلّہ اسمٰعیل گنج ڈاک خانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد یسین صاحب ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض معجمہ کو قصداً ظ یا ذ بلکہ ز معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہل ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ ۶ فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکم فساد اور اس پر ان دو وجہ سے استناد ہے:

اوّلاً: فی فتاوٰی قاضی خان:

ولو قرأ الظآلین بالظاء وبالذال لاتفسد صلاتہ ولو قرأ الدالین بالدال تفسد[1]۔	اگر الضآلین کو الظآلین یا الذآلین پڑھا جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی اگر دآلین میں دال کے ساتھ پڑھا تو فاسد ہو جائے گی۔(ت)

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۹

ثانیا: ضاد مشابہ ظا کے، نہ دال کے، میان ضاد ودال کے صفتوں کا فرق ہے جب ضاد و دال میں صوتًا تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔

فتوٰی ندوہ کی عبارت یوُں ہے: ایسی صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی کہ ضاد ودال دو حرف متغایر المعنٰی ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء فسادِ نماز کو لکھتے ہیں شامی کہتے ہیں:

اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینھما بلا مشقۃ تفسد والایمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد قال اکثرھم لا تفسد[2]۔(ملخصًا)	جب کسی حرف کی جگہ دوسرا بولا جائے اور معنی بدل جائے اگر ان کے درمیان امتیاز بغیر مشقت ممکن نہ ہو جیسا کہ ظا اور ضاد کا معاملہ ہے، تو اکثر علماء نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی۔(ت)

پانچ فتوؤں کا حاصل تو صرف اسقدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظآلین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے، یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ (جیساکہ بزازیہ میں ہے۔ت) ان فتوؤں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق و موید ہیں یا نہیں، اور جو لوگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدم قدرت صاف ادا نہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو تو ان کی نماز ہو گی یا نہیں؟ اور جو قصدًا ض کو ز پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ہنگام تغیر حرف و تفاوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض و د و ظ ہی خاص ہے یا باقی حروف مثل (ا،ع،ت،ط،س،ث،ص،ح،ہ) کو بھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینواتوجروا۔

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صاد ، وعد بالعذاب من حاد وضاد والصلوٰۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد واٰلہ الاسیاد وصحبہ الامجاد ما اھملت الصاد واعجمت الضاد، کشف صواب وایضاح جواب کو چند مجمل جملے

[2] ردالمحتار، مطلب مسائل زلۃ القاری، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۸

ملحوظ ہیں:

اوّل: ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متبائنہ متغائرہ ہیں ان میں کسی دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اسے پڑھنا نماز میں خواہ بیرونِ نماز حرام قطعی وگناہِ عظیم، افتراء علی اللہ و تحریفِ کتابِ کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد لروم الضاد اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کئے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود صاحبِ ذخیرہ وغیرہ وعلامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے، محیط برہانی میں ہے:

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمہ مکان الضاد المعجمۃ اوعلی العکس فقال لایجوز امامۃ ولو تعمد یکفر[3]۔ (ملخصاً)	امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ضاد کی جگہ ظا یا ظا کی جگہ ضاد پڑھا تو فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے قصداً ایسا کیا تو یہ کفر ہے۔ (ت)

منح الروض الازہر میں ہے: امّا کون تعمدہ کفر فلاکلام فیہ[4] (عمداً ایسا کرنا کفر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ت) عالمگیری میں ض کی جگہ ز عمداً پڑھنے کو کفر لکھا:

حیث قال سئل عمن یقرأ الزاء مقام الضاد وقرأ اصحاب الجنۃ مقام اصحب النار قال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر[5] اھ فی النسخۃ الھندیۃ الضاد المعجمۃ وفی المصریۃ الصاد وکلا ھما محتمل والحکم واحد لایتبدل۔	عبارت یہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ کوئی ضاد کی جگہ زا اور اصحب النار کی جگہ اصحب الجنۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے ایسا عمداً کیا تو اسے کافر قرار دیا جائے گا اھ اس فتاوٰی کے ہندوستانی نسخہ میں ضاد اور مصری میں صاد ہے اور ان دونوں کا احتمال ہے حکم ایک ہی ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (ت)

اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔

[3] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر بحوالہ محیط فصل فی القراۃ والصلوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵

[4] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی القراۃ والصلوۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵

[5] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۱

دوم: قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین دھُوا تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے، عبارت امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ بر بنائے تباین صوت و سہولت تمیز، حکم مطلق، حنفیّہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ عنہ کہ جماہیر محققین نے اُسی کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا، خود واضح وآشکار کہ اس میں صرف اصلاح و فساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ دپڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہر گز نہ ہوگا

مثل افید وابتضمین معنی المن والانعام فی قوله تعالٰی افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب مود وعة موضع موضوعة ورادية مردية مكان راضية مرضية كما بيناه فی نعم الزاد۔	جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی افیضوا علینا من الماء میں افیضوا کی جگہ افید واجو احسان و انعام کے معنی پر مشتمل ہے اور اکواب موضوعۃ کی جگہ اکواب مودعۃ اور راضیۃ مرضیۃ کی جگہ رادیۃ مردیۃ پڑھنا جس پر تفصیلی گفتگو ہم نعم الزاد میں کرچکے ہیں۔(ت)

یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لئے عسر و یسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقاً حکم فساد دیں گے اگرچہ معنی معتبر نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت و گرانی نہیں، ان کا حکم قطعاً اس صورت میں مقصود جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو، دیکھنے والے اگر کلمات علما پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے، یہی امام اجل قاضی خان اپنے اس فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف کلمة ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبه ذلك لم تفسد صلوته لانه لا یغیر المعنی، وان ذكر حرفا مكان حرف وغير المعنی فان امكن الفصل بين الحرفين من غير مشقة كالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مكان الصلحت تفسد صلوته عند الكل، وان كان لايمكن	جب خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایک کلمہ میں پڑھ دیا لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوئی مثلاً ان المسلمون اور ان الظالمون اسی کی طرح دیگر مقامات، تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتا اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اگر دونوں حروف کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن تھا جیسے طا اور صاد یعنی صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو تمام کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر

الفصل بین الحرفین الا بمشقة قال اکثرھم لاتفسد صلوته[6] اھ مختصرا	دونوں حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ تھا تو اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصارا۔(ت)

اسی طرح فتاوی ہندیہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول، ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

فی الخانیة والخلاصة انه ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لاتفسد[7]۔	خانیہ اور خلاصہ میں ہے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آئی تو نماز (مطلقًا) ہر حال میں جائز، اور اگر معنی میں تبدیلی آجائے تو اب ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز مشکل نہیں تو تمام کے نزدیک نماز فاسد، اور اگر امتیاز میں مشقت ہے تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔(ت)

سوم: قطع نظر اس سے کہ دال ومشابہ دال میں فرق بدیہی دعوی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔اور قطع نظر اس سے عبارتِ خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف،اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلاً نہیں، تو سند دعوی سے بے علاقہ صاف، ہمیں عبارت قاضی خان سے بحث کرنی ہے جس سے فتوٰی ندوہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال وذال کے صرف اسماء لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ ومعجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصًا مطابع میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق ابرہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولانا علی قاری مکی نے منح فکریہ مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خان بتصریح اہمال واعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃً مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائیگی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی، اول نے فرمایا ہے:

ھذا فصل وھو ابدال احد ھذہ الاحرف الثلثة اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنور دماذکرہ فی فتاوٰی قاضی خان من ھذہ القبیل قرأ ولا الضالین بالظاء المعجمة والدال المھملة لاتفسد لوجود لفظھما	اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان تین حروف یعنی ضاد، ظاء اور ذال کو کسی دوسرے حرف سے تبدیل کرکے پڑھنا اس سلسلہ میں فتاوٰی قاضی خان میں جو کچھ بیان ہوا اس کا عنقریب ہم تذکرہ کرتے ہیں اگر ضالین کی جگہ ظالین اعجاما یا دالین اہمالا پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان

[6] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[7] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فی القراٰن وقرب المعنی ولوقرأبالذال المعجمۃ تفسد لبعد معناہ[8] ملتقطا۔	دونوں کا وجود قرآن میں ہے اور معنی بھی قریب ہی ہے اور اگر ذالین ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں بُعد ہے ملخصًا (ت)

ثانی نے فرمایا:

فی فتاوی قاضی خان ان قرأغیر المغضوب بالظاء اوبالدال المھملۃ لا تفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد[9]۔	فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ولا الضالین کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوجائے گی۔ (ت)

اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خان ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف وعکس مراد ہے، ندوے کا دارالافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیق بالغ وتنقیح بازغ کے لئے بحمد اللہ تعالٰی فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے۔

چہارم: ض وظ میں دشواری تمیز اس طائفہ حادثہ کا اصلاً مفید نہیں وہ ایک گروہِ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش، وخطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذاللہ قصداً بتبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد **مغضوب** کی جگہ **مغظوب، مغذوب، مغزوب** پڑھے اُس کی نماز بلاشبہہ فاسد اور وہ پڑھنے والے **مغضوب** ومفسد، تو یہ سب فتوٰی اس کے حق میں بیکار ونامؤید۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں۔

محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد بہ مطلقا بالاتفاق اذا کان ما یفسد الصلاۃ اما اذکان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلک افادہ ابن امیر الحاج[10]۔	محلِ اختلاف خطاء ونسیان کی صورت میں ہے، رہا عمداً کا معاملہ تو اس صورت میں مطلقًا بالاتفاق نماز فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ایسی قرأت میں ہو جس سے نماز فاسد ہوسکتی ہو اور اگر ایسا معاملہ ثناء میں ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عمداً ہو ابن امیر الحاج نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (ت)

[8] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸
[9] المنح الفکریۃ شرح مقدمہ جزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ تجارت الکتب بمبئی ص ۴۳
[10] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ ص ۱۸۶

حلیہ میں ہے:

ثم ما سنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتاخرین فی ھذا علی مافی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذالم یتعمد فتنبہ لہ[11]۔	پھر اس مسئلہ میں متقدمین و متاخرین کا جو اختلاف خانیہ کے حوالے سے بیان کریں گے اس کا محل و مقام اسی صورت میں ہے جو عمداً نہ ہو، تو اس پر توجّہ کرو(ت)

پانچویں فتوی کی عبارت سوال میں مذکور، اس میں تو صراحۃً تعمد ظ پر حکم فساد مسطور، پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دور، اس خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں، حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول:

غیر المغضوب بالظاء والظلمین بالذال اوبالضاد قال بعضھم لا تفسد، ھم ابوالقاسم الصفار ومحمدبن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوابہ لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابوالمحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد ذلك تفسد وان جری علی لسانہ او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین لا تفسد وھوالمختار[12]۔	اگر غیر المغضوب کوظاء کے ساتھ ،الظالمین کوذال یا ضاد کے ساتھ پڑھا تو علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی ان کے اسماء یہ ہیں ابوالقاسم الصفار، محمد بن سملہ اور متعدد مشائخ نے عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے آگاہ نہیں ہوتے اور امام ابوالم حسن اور قاضی امام ابوالعاصم نے کہا اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا تو دونوں حروف میں امتیاز کرنے والا نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی مختار ہے(ت)

اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے:

اذاقرأ مکان الظاء ضادااومکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلك تبطل صلاتہ عالما کان اوجاھلا اما لوکان مخطئا اراد الصواب	جب کسی نے ظاء کی ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا احسن یہ ہے کہ اگر اس نے عمداً ایسا کیا تو کہا جائے کہ نماز باطل ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن اگر خطاءً ایسا ہوا یعنی درست پڑھنے

[11] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی
[12] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فجری ھذا علی لسانہ اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انہ ادی الکلمۃ کما ھی فغلط جازت صلٰوتہ وھو قول محمد بن مقاتل وبہ کان یفتی الشیخ اسمٰعیل الزاھد وھو احسن لان السنۃ الاکراد واھل السواد والاتراک غیرطائعۃ فی مخارج والظاھر ان ھذامجمل ما فی جمیع الفتاوٰی[13]۔ **اقول:** انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العمد انہ مطمح انظارھم جمیعا والا فاطلاق عدمہ فی الخطاء لایمکن ان یحمل علیہ ما فی جمیع الفتاوی فان منھم من یفصل بعسر الفصل ومنھم من یفرق بقرب مخرج۔	کاارادہ تھامگر زبان پرازخود جاری ہوگیا یا وہ دونوں حرفوں میں امتیاز نہ کرنے والا ہو اور اس کا گمان یہی ہو کہ اس نے کلمہ صحیح ادا کیا ہے لیکن درحقیقت غلط تھا تو اس کی نماز ہوجائیگی۔یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے اور شیخ اسمٰعیل الزاہد نے اسی پر فتوی دیا ہے اور یہی احسن ہے کیونکہ کرد، عراقی اور ترکی لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں اور اس میں بہت تنگی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ تمام فتاوٰی جات کی گفتگو کا اجمال بھی یہی ہے۔(ت) **میں کہتا ہوں** یہ جو مطلقًا فساد کی طرف اشارہ ہے یہ قصد کی صورت میں ہے کیونکہ ان تمام کی آراء کی مطمح یہی ہے ورنہ خطا کی صورت میں عدمِ فساد کا اطلاق ہوگا اور اس پر ان کے کلام کو محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بعض ان میں سے عسرِ امتیاز کے ساتھ اور بعض قربِ مخرج کی بناء پر فرق کرتے ہیں۔(ت)

منیہ میں ہے:

اما اذاقرأمکان الذال ظاء اومکان الضاد ظاء اوعلی القلب فتفسد صلٰوتہ وعیلہ اکثر الائمۃ وروی عن محمد بن سلمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی انھا لاتفسد لان العجم لایمیزون بین ھذہ الحروف وکان القاضی الامام الشھید المحسن یقول الاحسن فیہ ان یقول ان جری	جب کسی نے ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی ظاء یا اس کا عکس کیاتو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی،اور اکثر ائمہ اسی پر ہیں محمد بن سلمہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عجمی لوگ ان حروف میں امتیاز نہیں کرسکتے،اور قاضی امام الشہید المحسن فرمایا کرتے تھے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر زبان پر اس طرح ازخود جاری ہوگیا۔

[13] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

علی لسانه ولم یکن ممیزاوفی زعمه انه ادی الکلمة علی وجهها لا تفسد و کذا روی عن محمد بن مقاتل والشیخ الامام اسماعیل الزاهد [14]۔	اور وہ امتیاز کرنے والا نہ تھا اور اس کا گمان یہی تھا اس کلمہ کو صحیح طور پر ادا کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، محمد بن مقاتل اور شیخ اسمٰعیل الزاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔(ت)

بزازیہ میں دربارہ مغظوب ذالین وظالین ہے:

قال القاضی ابوالمحسن والقاضی ابو عاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانه اوکان لا یعرف التمیز لایفسد وهواعدل الاقاویل وهو المختار [15]۔	قاضی ابوالحسن اور قاضی ابو عاصم نے کہا کہ اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر زبان پر از خود اس طرح ہو گیا یا وہ امتیاز نہ کر سکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہ تمام اقوال میں معتدل ہے اور یہی مختار ہے۔(ت)

اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول۔

اقول: والظاهر ان هذه الاختیارات ترجع الی شق الجواز عند الخطأ اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیه کما تقدم ما یفیده عن الحلیة والتصریح به عن الطحطاوی وهومعنی استظهار الاکمل انه مجمل ما فی جمیع الفتاوی کیف واذا جعلوا التعمد من الردة فما بقاء الصلوٰة هذا واضح جدا۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ تمام اختلافات میں مختار اقوال جواز کی طرف اسی صورت میں راجع ہوتے ہیں جب ایسا معاملہ خطاءً واقع ہو۔ رہا معاملہ عمداً کا تو اس صورت میں فساد نماز پر اتفاق ہے جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے افادہ کے طور پر گزرا۔ اور طحطاوی کی تصریح گزری، اور اکمل کا بطور استظہار کہنا کہ فتاوی جات کا اجمال یہی ہے۔"کا معنی بھی یہی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ انہوں نے عمداً ایسا کرنے سے ارتداد کا حکم لگایا تو نماز کے باقی رہنے کا کیا معنی! اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔(ت)

[14] منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۴۱

[15] فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوی ہندیۃ فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۲

پنجم: ضاد و دال میں فرق صفات کا ذکر لغو وفضول اور محل بحث سے یکسر معزول، متقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور متاخرین قرب مخرج یا عسر تمیز پر لحاظ کرتے ہیں صفات سے انہیں بھی بحث نہیں، نہ صفات خواہی نہ خواہی آسانی تمیز کو مستلزم، نہ اُن کا تشارک دشواری پر حاکم ط مہملہ دال مہملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تائے مثناۃ سے متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری فصل منصوص اعلام، ط مجہورہ ومستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ خانیہ وخلاصہ و حلیہ وہندیہ وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

ان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالطاء مع التاء[16] ـ الخ	اگر دو ۲ حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ ہو جیسے طاء اور تاء الخ (ت)

شرح جزریہ میں ہے:

قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء دالا لانہ لیس بینہما فرق الا الاطباق۔[17]	رمانی وغیرہ نے کہا کہ اگر اطباق نہ ہو تو طاء دال ہو جائے گی اس لئے کہ اطباق کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں۔ (ت)

ششم: فتوٰی ندوی کا قول کہ ضاد و دال دو حروف متغایر المعنی عجیب، الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمّٰی مراد تو ان ک لئے معنی کہاں، بھلا بتایئے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے، اور اگر اسماء مقصود یعنی حدود دال تو نہ دو حرف نہ اُن میں مقال، شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض و د دو حرف جداگانہ ہیں، کسی کلمے میں اُن کا تغیر معنی کے لئے مستلزم تغایر، یہ معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اوّلاً اطلاق ممنوع، ثانیاً ہر تغیر میں تغییر بحدِ فساد مدفوع، دیکھو ضالین و دالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا ببداھتہ غنی عن ابانۃ (یہ بات بدیہی ہونے کی وجہ سے محتاج بیان نہیں۔ ت)

ہفتم: دونوں حرفوں میں تغایر صوت ہرگز سب کے لئے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح، خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو ان میں تمیز سخت دشوار۔ غنیہ میں ہے:

ذکر محمد بن الفضل فی فتاواہ ان الترک لایمکنہ اقامۃ الحاء الا بمشقۃ[18] الخ۔	محمد بن فضل نے اپنے فتاوٰی میں تحریر کیا کہ ترک لوگوں کے لئے حاء کی ادائیگی مشقت کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

---

16 ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی ۱/۴۶۶

17 المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الاسنان علی اربعۃ اقسام مطبوعہ تجارت الکتب حاملی محلّہ بمبئی ص ۱۵

18 غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۲-۴۸۱

ان سے زیادہ ہمزہ وق کی آوازوں کا تباین ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التتار خانیة اذالم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقربه الا انه فیه بلوی العامة کالذال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال القاف ھمزة کما ھو لغة عوام زماننا فانھم لا یمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء وھذا کله قول المتاخرین[19] اھ باختصار	تتار خانیہ میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج نہ ہو اور نہ ہی قربِ مخرج ہو مگر اس صورت میں ضرورت عامہ ہو مثلاً صاد کی جگہ ذال یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں اس بناء پر قاف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے میں جیسا کہ ہمارے زمانے کے عوام کی زبان ہے بھی فساد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتے جیسے ذال اور زاء کے درمیان فرق کرنا ان پر نہایت ہی دشوار و مشکل ہے، یہ تمام متاخرین کے قول پر ہے اھ باختصار (ت)

ان عبارات سے واضح ہُوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لئے اُس کا حال معتبر ہے۔ قربِ مخرج یا تشابہ وغیرہ کچھ ضرور نہیں، تو عوام ہندا گرض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لئے اسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ت ، ط کا شمار ہوا اب عبارت شامی منقولہ، فتوی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکم جواز دیا جائے گا اور قصداً معظوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلانِ نماز۔

ہشتم: یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جانِ برادر عربی عبارت میں "مِنْ ، عَلٰی ، فِیْ" کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورت

[19] ردالمحتار ، مطلب مسائل زلۃ القاری، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/۴۶۸

خطاوزلّت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہر گزادائے "ض" پر قادر نہیں جس طرح خزانۃ الاکمل و حلیہ کی عبارت گزری کہ

ان السنة الاکراد واھل السواد والاتراك غیر طائعة فی مخارج ھذہ الحروف[20]۔	کرد، عراقی ،ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں۔(ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف[21]۔(یعنی اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف خطاءً زبان سے نکل گیا۔ت) میں ذکر فرمایا اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجلی سنیے، فتح میں فرماتے ہیں:

اما الحروف فاذاوضع حرفا مکان غیرہ فامااخطأ واماعجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لاتفسد و ان غیرفسدت فالعبرة فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی، وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقة تفسد وان کان بمشقة قیل تفسد واکثرھم لا تفسد ھذاعلی رأی ھو لاء المشائخ ، ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصة ماظاھرہ التنافی للمتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھو الاقامة عجزا کالحمدللہ الرحمٰن الرحیم بالھاء فیھا اعوذ بالمھملة الصمد بالسین ان کان یجھداللیل و النھار فی تصحیحہ ولا یقدر فصلٰوتہ جائزة ولو ترك جھدہ ففاسدة ولا	رہا معاملہ حروف کا، تو جب ایک حرف کو کسی دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا جائے تو یہ خطاءً ہوگا یا عجزاً، پہلی صورت میں اگر معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر معنی بدل گیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، پس نماز کے عدمِ فساد میں معنی کے تبدیل نہ ہونے کا اعتبار ہے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر حروف میں امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی، اور اگر اس میں مشقت ہو تو بعض نے کہا نماز فاسد ہوگی لیکن اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی یہ ان مشائخ کی رائے کے مطابق ہے، پھر ان کی تمام فروعات و جزئیات کو منضبط نہیں۔ پس خلاصہ میں ایسی چیز کو وارد کیا گیا ہے جو بظاہر صاحب غور وفکر کے ہاں منافی ہے، پس متقدمین کا قول اولٰی ہے اور دوسری صورت

[20] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[21] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاءً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/۶۸

یسعہ ان یترك فی باقی عمرہ اھ مختصرا[22]۔	کہ یہ عمل عجزاً ہو مثلاً الحمدللہ ، الرحمٰن الرحیم میں "ھا" کے ساتھ ،اعوذ میں دال کے ساتھ اور الصمد میں سین کے ساتھ پڑھتا ہے،اس صورت میں اگر اس نے تصحیح کے لئے شب وروز محنت کی اور قادر نہ ہوسکا تو اسکی نماز درست ہوگی اور جدو جہد ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی اور اس کے لئے باقی عمر میں جدوجہد ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔اھ اختصاراً(ت)

دیکھو خطا و عجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورتِ عجز میں اس تفرقے کا اصلاً نام نہ لیا بلکہ س وص ود وذ کی مثالوں سے صرف متشابہ الصوت و غیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرمادیا تو بحالت عجز مغضوب مغذوب بلکہ بالفرض مغلوب مغموب سب کو قطعاً ایک حکم شامل اور حرف و دو حرف کا فرق باطل۔

نہم: مانا کہ نہ ظاء طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ دال عوام پر نہ اقوالِ علماء میں فرق عجز وخطا وغیرہ پر اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصحح ومختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا،یہ سب مسلّم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے از انجملہ امام قاضی ابو عاصم و امام محمد ابن مقاتل و امام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت قوّت تھا جس پر امام زاہد نے فتوی دیا،امام محسن و صاحبِ خزانۃ الاکمل نے احسن کہا،خزانۃ الفتاوٰی وحلیہ وغیرہما میں مختار بتایا،وجیز کردری وہندیہ وغیرہما میں اعتدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیر امر چہارم گزریں یعنی اگر خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں،اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف خطاءً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ ود کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعمد صحت نماز پر فتوی دیا جائے کون سی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قولِ متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ ،شانے دارد،پھر جس مصلحت کے لئے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی، وہ بھی اسی میں اتم وازید،ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران معظمین کی نماز میں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد ہوجائیں،اس لئے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار ہے۔

دہم: بلکہ یہاں ایک اور قول باقوّت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار وامام محمد سلمہ وغیرہما اجلّہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتوی دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوی دیں گے اسی شامی میں یہیں تھا:

[22] فتح القدیر شرح ہدایہ فصل فی القرأۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۱

وفی التاتار خانیة عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیه بلوی عامة الناس لانهم لایقیمون الحروف الابمشقة اھ وفیها اذالم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقربه الاان فیه بلوی العامة لا تفسد عند بعض المشائخ[23] اھ مختصرا وقد مر تمامه۔	تاتار خانیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ امام صفار کہا کرتے تھے کہ حروف میں خطا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس میں عوام الناس کو شدید ضرورت ہے کیونکہ وہ مشقت کے بغیر ان حروف کو ادا نہیں کر سکتے اھ، اسی میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحاد مخرج اور قرب مخرج نہ ہو البتہ اس میں عموم بلوی ہو تو بعض مشائخ کے ہاں نماز فاسد نہ ہو گی اھ اختصاراً اور تمام عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

قال بعضهم لاتفسد منهم ابوالقاسم الصفار ومحمد بن وسلمة وکثیر من المشائخ افتوابه لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف[24]۔	بعض علماء نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی ،انہی میں شیخ ابوالقاسم الصفار اور محمد بن سلمہ ہیں،اور کثیر مشائخ نے ضروریاتِ عامہ کی بنا پر اسی پر فتوٰی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے واقفیت نہیں رکھتے۔(ت)

اس قول پر تو صراحةً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور دیا مشابہ د میں عام ابتلا خود انہیں فتوؤں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلاعام اس زمانے میں یہ ہوگئی ہے کہ ض کو بصورت دپڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان ظائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح الحمد لله تلك عشرة کاملة وقد بقی خبایافی زاویا لو لا ان السائل اوصی بالاجمال لاتینابها (تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے یہ دس ۱۰ کامل دلائل مکمل ہیں، ابھی کچھ دلائل خفاکے گوشے میں رہ گئے ہیں اگر سائل نے اجمالاً لکھنے کا نہ کہا ہوتا تو ہم ان کا بھی تذکرہ کردیتے۔ت) یہاں تک ان فتوؤں کی حالتیں ظاہر ہوگئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں ،امور مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم ض کا دشوار ترین

[23] ردالمحتار، مطلب مسائل زلة القاری ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ،۴۶۸/۱

[24] حلیة المحلی منیة المصلی

حروف ہونا تو ظاہر ادا نہ ہوسکنے میں وُہ علما اور یہ جہلا برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذاللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا، وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزّوجل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیّت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہوسکتا ہے اس کی یہی آواز ہے۔ مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سمجھیں، دقّتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بنا ہی آرام پروری ہے۔ تراویح کی آٹھ، وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود ہی آرامِ نفس ہے۔ جاڑا لگتا ہے تیمّم کرلو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو، تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالہ سمجھو، چھ چیز کے سوا سب میں سود روا، خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک، باقی تمام اشیاء حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی، بھتیجی، سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال۔ انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اوپر ہی سے مسح کرلو، مولٰی سبحٰنہ تعالٰی نے ۰۰۱۰۱۰وُسِکُمْ

فرمایا تم بعمامتکم سمجھو، وہ تو وہ مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے حکمِ غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستین دھونا دشوار تر کہ پہنچے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر، ورنہ انہیں ایدیکم کی جگہ آستینکم بنالینا کیا دشوار تھا، یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں لگالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کھُلی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لئے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو ۲ رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دُبک رہے۔ مسلمانو کریمہ "لم تجدو اماء" کے معنی سمجھے یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار، نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الواحد القھار۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف، تو وہی احق بالانکار ہے اور عوام کا ان کے علماء سے اعلم ہونا واضح آشکار، اصل اس قدر ہے، آگے افراط و تفریط واجب الحذر۔ یہ جواب امور مسئولہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی نے قرآنِ عظیم اتارا اور ہمیں بحمداللہ اس کے نظم و معنی دونوں سے متعبد کیا ہر مسلمان پر حق ہے کہ اُسے جیسا اترا ویسا ہی ادا کرے، حرف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ معاذاللہ کفر و اسلام کا فرق ہوجاتا، آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے ان کا اعتقاد صریح کفر تو معاذاللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا، آجکل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں مداہنت و بے پروائی اپنا شعار کرلی فقیر نے بگوشِ خود مولوی صاحبوں، اصحابِ وعظ و درس و فتوٰی کو خاص پنچایت میں برملا پڑھتے سنا قل ھو اللہ اھد حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے اھد فرمایا نہ امینِ وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا، احد کے معنی ایک اکیلا

شریک ونظیر سے پاک نرالااور اھد کے معنی معاذاللہ بزدل کمزور فی القاموس الاھد الجبان زادفی تاج العروس الضعیف[25] (قاموس میں ہے الاھد بزدل، تاج العروس میں کمزور کا اضافہ کیا ہے۔ت)

ببین تفاوت رہ از کجاست بکجا

(ان میں بڑا فرق ہے یہ کہاں اور وہ کہاں)

لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف سے ممتاز اور تبدیل وتلبیس سے احتراز ہو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح مخارج واقامۃ حروف کا اہتمام فرض متحتم، علمائے متاخرین کا فتوٰی معاذاللہ پروانہ بے پروائی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور خلاف ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب، باوصف قدرتِ تعلم ، تعلّم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہلکا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر جمے رہنا کون جائز کہے گا، اس سہل انگاری کی ایک نظیر سُن چکے، اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذاللہ اھد کہنا صریح دشنام، مانا کہ تمھیں قصدِ دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہُوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی، تعریف کیجئے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وُہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتاگئے ہیں؟ کلّا، واللہ ، حاشاللہ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنہ النوم فان احدکم اذاصلی وھوناعس لا یدری لعلہ یذھب لیستغفر فلیسب نفسہ[26]۔رواہ مالك و البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بد دعا نکلے اسے امام مالک ، بخاری، مسلم، ابوداؤد ، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصدِ دعا ہے تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ تجربۃً بارہا منہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہوسکے اگرچہ قصد ثنا ہے۔اتقان شریف میں ہے:

من المھمات تجوید القراٰن وھو اعطاء	تجوید قرآن اہم امور میں سے ہے وہ حروف کو

[25] تاج العروس شرح قاموس فصل الھاء من باب الدال مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۴

[26] مؤطا الامام مالک ماجاء فی صلوٰۃ الّلیل مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۰، صحیح البخاری باب الوضو من النوم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴

الحروف حقوقها ورد الحرف الی مخرجه واصله ولا شك ان الامة کما هم متعبدون بفهم معانی القراٰن واقامة حدوده هم متعبدون بتصحیح الفاظه واقامة حروفه علی الصفة المتلقاة من ائمة القرأة المتصلة بالحضرة النبویة وقد عد العلماء القرأة بغیر تجوید لحنا[27] ملخصاً۔	انکے حقوق دینا اور ہر حرف کو اسکے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا ہے، بلاشبہ امت مسلمہ جس طرح معانی قرآن کے فہم اور حدود قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انہیں اسی طریقہ وصف پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے جس طرح ان کو قرات کے ائمہ نے ادا کیا جس کا سلسلہ سند نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اور علما نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن قرار دیا ہے ملخصًا(ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قرات بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ میں فرمایا: ان اللحن حرام بلا خلاف[28] لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح و تعلم میں اُس پر کوشش واجب، اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی، بلکہ جمہور علمانے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تا عمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف وامام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتوی فرمایا، خانیہ وخلاصہ وفتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوی الحجۃ وجامع الرموز و درمختار و ردالمحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا، علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا، اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا، امام بن الحاج نے اسی پر تعویل کی، علّامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا کما بیناکل ذلك فی فتاوٰنا (جیسا کہ یہ سارے کا سارا ہمارے فتاوٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ت) تو کیونکر جائز کہ جہد وسعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک و مہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں هذا مما لایبیحه شرع ولا دین والعیاذ باللہ رب العالمین (شریعت اور دین اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتے اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ت) فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ بعد اس کے عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن نظم و معنی جمیعا بلکہ نظم دال

[27] الاتقان فی علوم القرآن الفصل الثانی من المہمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۰

[28] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ بزازیۃ الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح وقرأۃ القرآن الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متبائن اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مبائن مبائن للمولف من مبائن اٰخر (ایک مبائن حروف کا مجموعہ دوسرے مبائن حروف کے مجموعے کے مبائن ہوتا ہے۔ت) میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا۔یہی منشا ہے امام فضلی و امام محمود و علامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا جو قرآن مجید میں ض عمداً ظ سے بدلے کافر ہے۔

اقول: ولا حاجۃ الی استثناء وما ھو علی الغیب بضنین ،فان ھھنا لیس اقامۃ الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانھا خاصۃ بل مکانھما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بھما فی القرآن فکان مثل صراط و سراط وبسطۃ و بصطۃ ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباہ ذلک بخلاف مغضوب مغظوب وبخلاف سجیل وصجیل فانہ تبدیل۔	**اقول:** میری رائے یہ ہے کہ وماھو علی الغیب بضنین کو مستثنٰی کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہاں ظاء کو ضاد کی جگہ رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ صرف ضاد ہی کا مقام نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دونوں کی جگہ ہے کیونکہ ان دونوں حروف کے ساتھ قراتِ قرآنی ثابت ہے جیسے صراط اور سراط،بسطۃ اور بصطۃ،یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر اور ان کے ہم مثل دیگر الفاظ ، بخلاف مغضوب اور مغظوب کے اور بخلاف سجیل اور صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہئے۔

مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوُں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کے طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہوا کچیلوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوتی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالوُ سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جُدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک ان کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحثَّہ شَخصُ سَلَتَ ہے یا سَتَشۡحَثُكَ خَصَفَہٗ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثلث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جُدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو

شروع تلفّظ کے وقت موجود ہو اُنھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفّظ ختم ہو دوسری نہیں آتی جیسے ز ز ز ظ ظ ظ یونہی ضضض یہ امر قوت اعتماد کو لازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابس دم ہے کما لا یخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی۔ پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اُٹھائی یا اُٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری و غرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کما ینبغی اطباق نہ ہُوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہُوا یہ بیان دکہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا کا خیال کرکے پر لکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار ہے وباللہ التوفیق۔ اب بعد اس کے اسکا مخرج وطریقہ استعمال جان بھی لے ادا کرنے والے مشابہت دے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات مین بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہوجائے تو یقینا اب جو حروف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سننے والا اپنی ناشنائی کے باعث اسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے برتنے میں کمی بھی نہ کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحتِ نماز کا فتوٰی دیں گے کہ عسر متحقق ہولیا اور عذر واضح ہوچکا اور عسر جانب یسر ہے۔

قال اللہ تعالٰی ‥ اللّٰهُ ‥ لَاوُ ‥[29] وقال اللہ تعالٰی ‥يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ ‥‥‥ ا‥[30] وقال اللہ تعالٰی ‥جَعَلَ ‥ ا ‥‥‥[31] وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا[32] رواه الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ دوسرا فرمان ہے اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ تیسرے مقام پر فرمایا اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، محبتیں پیدا کرو، نفرت نہ دلاؤ۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

[29] القرآن ۲۸۶/۲

[30] القرآن ۱۸۵/۲

[31] القرآن ۷۸/۲۲

[32] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۰۴/۲

پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہوسکتی کہ براہِ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں کما قد منا فی جعل الاتراك الحاء خاءً وعوام عصر العلامة الشامی القاف همزة (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ ترک لوگ حاء کو خاء اور علامہ شامی کے زمانہ کے لوگ ق کو ہمزہ بنادیتے ہیں۔ت) واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ضاد پڑھنا ٹھہرالیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین واتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولا الضالین تک نہیں پہنچنے پاتی، پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی مغظوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کئے جاؤ۔اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمداً اس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرالے اس کی نماز بھی مغدوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخروج طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص پر لازم پھر جو کچھ ادا ہوا فتوٰی تیسیر صحت پر حاکم۔

نسأل الله تیسیر کل عسیر انه ولیه وعلیه قدیر وصلی الله تعالٰی علی البشیر والنذیر واٰله وصحبه۔	ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں وہ ہر مشکل کو آسان فرمادے کیونکہ وہی مالک ہے اور اس پر وہ قادر ہے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس ذاتِ اقدس پر جو بشیر و نذیر ہے آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔(ت)

بالجملہ عمداً ظا یا دا دونوں حرام، جو قصد کرے کہ بجائے ض ظ یا د پڑھوں گا ان کی نماز کبھی تمام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی مغدوب و مغظوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہوجائے گی اور جو حروف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنٰی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہ لغزش زبان یا جہلاً یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد، اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہو کر اجماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔